معین الدین عقیل *

اردو زبان کی اولیں قواعد کا قضیہ :
روایت، انکشاف، تعارف

اردو زبان کی اولین قواعد کے تعین کے ضمن میں، دستیاب شواہد کی روشنی میں، اس بات پر محققین کا اب قریب قریب اتفاق ہے کہ یہ ہندوستان کی تہذیب و ثقافت سے متعلقہ موضوعات پر مشتمل قاموسی نوعیت کی ایک فارسی تصنیف تحفۃ الھند میں شامل ہے۔ یہ تصنیف متنوع موضوعات کا احاطہ کرتی ہے اور اس کے لکھے جانے کے کافی عرصے کے بعد اس میں بطورِ مقدمہ اردو زبان کے ایک ابتدائی روپ 'برج بھاشا' کی قواعد کو بالارادہ لکھا اور شامل کیا گیا تھا[۱]۔ اس مناسبت سے اردو دنیا سے اس تصنیف اور اس میں شامل قواعد کا اولین تعارف پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب (۱۹۷۵ء-۱۸۹۳ء) نے جون ۱۹۳۰ء میں کرایا تھا[۲] اور پھر بعد میں انھوں نے ایک مزید تعارف کے ساتھ اس قواعد کے فارسی متن کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا[۳]۔ اس کے مصنف کا نام تین طرح سے: الف) میرزا خان بن فخر الدین محمد، ۲) میرزا محمد خان بن فخر الدین محمد، ۳) میرزا جان بن فخر الدین محمد، جیسی قدرے مختلف صورتوں میں ملتا ہے۔ اس کا تعلق عہد جلال الدین اکبر (۱۶۰۵ء-۱۵۵۶ء) کے مدبر و دانشور عبدالرحیم خانخاناں (۱۶۲۷ء-۱۵۵۶ء) کے اخلاف سے تھا، لیکن اس کے حالاتِ زندگی اور سرگرمیوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ مسعود حسن رضوی ادیب کے مطابق ان کے کتب خانے میں قصائد عرفی کی ایک شرح مفتاح النکات کے دو قلمی نسخے تھے، جن کا مصنف میرزا جان بن فخر الدین محمد تھا اور یہ شرح ۱۰۷۲ھ کے مطابق ۱۶۶۱ء میں، بعہدِ اورنگ زیب لکھی گئی تھی۔ مسعود حسن رضوی کے مطابق میرزا جان، میرزا خان کا بھائی ہوسکتا ہے یا ممکن ہے کہ خود میرزا خان ہی

بنیاد جلد سوم شمارہ:۱، ۲۰۱۲ء

میرزا جان ہو، کیوں کہ تحفة الهند کے بعض قلمی نسخوں پر بطور مصنف میرزا جان بھی لکھا ہے، پھر اس نام کی مزید تائید دیگر نسخوں سے بھی ہوتی ہے (۴)۔

تحفة الهند اگرچہ ۱۲۷۶ء سے قبل کی تصنیف ہے، لیکن مصنف نے اپنے ایک مربّی اور اورنگ زیب عالم گیر (۱۷۰۷ء-۱۶۵۸ء) کے فرزند اعظم شاہ (متوفی ۱۷۰۷ء) کی خوشنودی یا ایما پر، جو برج بھاشا کا سرپرست بتایا جاتا ہے، شہزادہ جہاندار شاہ (متوفی ۱۷۱۲ء) کی تعلیم و تربیت کی خاطر، اس میں اضافہ کر کے ایک مختصر اردو۔فارسی (برج بھاشا۔فارسی) لغت اور قواعد اس میں شامل کی تھی۔ اس نے یہ اضافہ ۱۷۱۱ء میں کیا تھا (۵)۔ یہ تصنیف سات ابواب، مقدمہ اور خاتمہ پر مشتمل ہے جس میں علم عروض، علم بیان و بدیع، علم موسیقی، علم مباشرت، علم قیافہ اور آخر میں دراصل اردو۔فارسی لغت شامل ہے جو اپنی نوعیت کی اولین لغت بھی ہے (۶)۔ مرزا نے اس کتاب کی تالیف میں بڑی محنت اور جاں فشانی کا ثبوت دیا ہے۔ اس نے اس میں شامل مطالب کی توضیح و تشریح اور معلومات کے جمع کرنے میں بڑی کد و کاوش اور جستجو سے کام لیا ہے اور کہیں کہیں مثالیں بھی درج کی ہیں۔ پھر اس نے جو لغت ترتیب دی ہے اس میں یہ اہتمام کیا ہے کہ اردو لفظ کے مقابل جہاں فارسی معنی تحریر کیے ہیں وہیں اس نے اس لفظ کو دیوناگری رسم الخط میں بھی لکھ دیا ہے۔ اس طرح وہ پہلا شخص ہے جس نے، چاہے ترغیب و تحریک ہی کے تحت سہی، ایک شعور اور ارادے کے تحت اور ایک مقصد کو سامنے رکھ کر اردو کی یہ اولین قواعد لکھی ہے اور یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جو اس زبان کے قواعد لکھ رہا ہے جو درست ہی معلوم ہوتا ہے۔ اسے احساس تھا کہ:

> چوں ایں زبان شامل اشعارِ رنگیں و عبارات شیریں و وصفِ عاشق و معشوق است و برزبانِ اہلِ نظم و صاحبِ طبع بیشتر مستعمل و جاری است بنا برآں بہ قواعدِ کلیہ آن پرداختہ (۷)

اس مصنف نے مقدمے میں تفصیل سے اردو کے حروفِ تہجی اور ان کے املا اور زبان کے قواعد کو وضاحت سے اور مثالوں کے ساتھ تحریر کیا ہے:

> مقدمہ دیبانِ مصطلعات حروفِ تہجیہ ہندیہ و علمِ خط و ذکر اشکالِ حروف مذکور از مفردات و مرکبات و بعضے قواعد کلیہ و بھاکا... (۸)

اگرچہ اردو قواعد کی تالیف کے ضمن میں مقامی ماہرین یا مصنفین کی جانب سے یہ دستیاب اولین کاوش تھی لیکن اسے اولین نہیں کہنا چاہیے، کیوں کہ یورپی افراد کی جانب سے بھی یورپی زبانوں میں اردو اور مقامی زبانوں کی قواعد لکھنے کا سلسلہ بھی اسی عرصے میں جاری ہو چکا تھا (۹)، بلکہ اگر تحفة الهند کے حصۂ قواعد کی تصنیف کا سال ۱۷۱۱ء کو مان لیا جائے تو اس بنیاد پر اردو زبان کی اولین قواعد دراصل ایک یورپی باشندے جون جوسوا کیٹیلار (Joan Josua Ketelaar) نے ۱۶۹۸ء میں، جب وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ملازم کی حیثیت سے لکھنؤ میں مقیم تھا، لکھی تھی (۱۰)۔ یہ کیٹیلار ہی تھا جس نے بعد کے عرصے میں دیگر مستشرقین کو اس راہ پر گامزن ہونے کی تحریک دی اور اس کے زیر اثر جلد ہی اردو اور دیگر مقامی زبانوں کی قواعد نویسی کا ایک عام سلسلہ یورپ اور ہندوستان میں شروع ہو گیا۔

کیٹیلار (خاندانی نام: کیٹلر) ایک معرکہ آرا شخص تھا جس نے ایک فعال اور بھرپور زندگی گزاری۔ ۲۵ دسمبر ۱۶۵۹ء کو جرمنی کے ایک چھوٹے سے ساحلی قصبے ایلبنگ (Elbing) میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ کیٹلر ایک جلد ساز تھا جس کی وجہ سے خود اس نے جلد سازی شروع کی لیکن چوں کہ اسے فطرتاً نچلا بیٹھنا پسند تھا، چناں چہ اس نے چوری بھی کی اور اپنے مالک کو زہر بھی دینے کی کوشش کی، لہٰذا نوکری سے نکال دیا گیا۔ یہاں سے نکل کر وہ دانزنگ یا دانسک (Danzig or Gdansk) چلا گیا، جہاں وہ پھر چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ اس طرح وہ وہاں سے بھی نکل کر ۱۶۸۰ء میں اسٹاک ہوم پہنچا۔ وہاں وہ دو سال رہا اور پھر خاندانی نام کیٹلر کو تبدیل کر کے کیٹیلار رکھ لیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں ایک معمولی سی

ملازمت اختیار کر کے ۱۶۸۳ء میں ہندوستان آ گیا۔ وہ بہت ذہین اور مستعد تھا اس لیے اس نے بہت جلد ترقی کی اور تجارتی امور اس خوبی سے انجام دیے کہ اہم ذمے داریاں اس کے سپرد کی جانے لگیں۔ ۱۷۰۸ء میں اسے اس بنیاد پر کہ اس نے ''مورش'' (Moorish، بمعنی 'مسلمانوں کی') زبان اور ثقافت میں مہارت پیدا کر لی تھی، ''سینیر مرچنٹ'' کا عہدہ دے دیا گیا اور پھر ۱۷۱۱ء میں کمپنی کا ''ناظم تجارت'' مقرر کر دیا گیا۔ اس عرصے میں اس نے مغل حکمرانوں بہادر شاہ اول (۱۷۱۱ء-۱۷۰۸ء) اور جہان دار شاہ (متوفی ۱۷۱۲ء) کے درباروں میں رسائی حاصل کر لی تھی۔ اس نے ۱۷۱۲ء میں ولندیزی سفارت خانے کے سفیر کی حیثیت میں جہاں دار شاہ سے شاہی فرامین کے تعلق سے سفارتی اور تجارتی نوعیت کے مذاکرات کیے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے مستقر سورت سے دہلی تک آمد و رفت کے جو سفر کیے، ان میں اس نے درمیانی راستوں کے علاقائی تمدن اور زبانوں کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔ ۱۷۱۵ء میں اس نے ولندیزی ایلچی کی حیثیت میں تقرر پا کر ایران کا سفر بھی کیا اور مزید تجربات حاصل کیے۔ واپسی کے سفر میں بندر عباس کے قریب اس نے عرب مداخلت کاروں سے مقابلے میں شریک ہونے کے لیے وہاں کے صوبے دار کا حکم ماننے سے انکار کر دیا جس پر اسے قید میں ڈال دیا گیا۔ قید ہی کی حالت میں وہ بیمار پڑ گیا اور ۱۲ مئی ۱۷۱۸ء کو انتقال کر گیا[۱۱]۔

کیٹیلار نے جو ایک بھر پور اور متحرک زندگی گزاری اور جو تجربات خاص طور پر ہندوستان کی مقامی معاشرت اور تمدن کے بارے میں حاصل کیے انھوں نے اس کے ذوق کی مناسبت سے اس کی زبان دانی کی صلاحیت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ زبانوں سے اس کو خاصی دل چسپی رہی کہ اس نے یہاں ہندوستانی یا اردو سیکھی اور ساتھ ہی فارسی اور عربی میں بھی وہ آسانی سے معاملات کر لیتا تھا اور اپنے اسی وصف کی بدولت اس نے کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ اس نے گجرات کے اپنے قیام کے علاوہ راجستھان، آگرہ، دہلی اور لکھنؤ میں بھی زندگی گزاری جس کے باعث وہ متعدد زبانوں میں اپنے منصبی فرائض کامیابی سے ادا کرتا رہا۔ اس کی زندگی کے اس رخ نے اسے اردو قواعد لکھنے کی طرف مائل کیا جو اس امر کا مظہر بھی ہے کہ اس نے دیگر زبانوں کے مقابلے میں اردو یا ہندوستانی ہی کو اس وقت کی سب سے اہم اور شاید مستقبل کی زبان سمجھ کر اس کی طرف بطورِ خاص توجہ کی اور اولین اردو قواعد لکھ

ڈالی[۱۲]۔ اس کے جواز میں معروف و ممتاز ماہر لسانیات سنیتی کمار چیٹرجی (۱۹۷۷ء-۱۸۹۰ء) نے بھی اس قواعد کا تعارف کرواتے ہوئے یہی تسلیم کیا کہ اس وقت اردو یا ہندوستانی ہی لاہور، دہلی، آگرہ سے سورت تک ''لنگوا فرینکا'' تھی[۱۳]۔

کیٹیلار کا رجحان مذہب سے بہت قریب معلوم ہوتا ہے۔ اس بات کے شواہد بھی موجود ہیں کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ باقاعدگی سے اپنے پیدائشی علاقے ایلبنک کے ''پروٹسٹنٹ'' گرجا گھروں کو بھیجا کرتا تھا۔ قواعد میں بطورِ مثال ایسے الفاظ اور جملے بھی بکثرت ہیں جو عبادات اور ان کے ادا کرنے سے متعلق ہیں یا پھر آقا اور محکوم یا نوکر اور مالک کے درمیان بات چیت کے موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس قواعد کے متن اور الفاظ اور جملوں سے اس کے لکھنے کا مقصد اس طور پر نمایاں ہوتا ہے کہ جیسے کیٹیلار نے اسے تجارتی، استعماری اور تبلیغی و ثقافتی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر لکھا ہے۔ اس کی نوعیت اور اس کا مقصد کسی کو ایک زبان کے طور پر سکھانا یا تعلیم دینا نہیں تھا، چناں چہ اس کے منتخب کردہ الفاظ اور جملے تنوع کے لحاظ سے محدود ہیں اور زیادہ تر مذکورہ ضرورتوں ہی کا احاطہ کرتے ہیں۔ چوں کہ کیٹیلار نے ہندوستانی معاشرت اور زندگی کی بیشتر سطحوں کا تجربہ حاصل کیا تھا اور متعدد مقامی زبانوں سے بھی واقفیت حاصل کر لی تھی اس لیے اس کی قواعد اور اس میں شامل الفاظ کی فہرست میں ''لنگوا فرینکا'' ہندوستانی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی، پنجابی اور گجراتی کے الفاظ بھی ملتے ہیں اور یہ اپنی سطح کے مطابق نچلی ''بازاری'' زبان کی نمائندگی بھی کرتے ہیں اور فصیح و بلیغ معرّب و مفرّس ''ہندوستانی'' کا آمیزہ بھی ہیں۔ جو جملے یا زبان کیٹیلار نے استعمال کی ہے۔ وہ ''کھڑی بولی'' ہے۔ چٹرجی نے اسی بنیاد پر اس قواعد میں شامل الفاظ کو دو سطحوں کا مجموعہ بتایا ہے۔ ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ جو معاشرے کے ان ہی طبقوں کی نمائندگی کرتے ہیں[۱۴]۔

اپنی نوعیت اور اس میں شامل الفاظ کی فہرست کے اعتبار سے یہ قواعد ایک لغت بھی کہی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ چاہے ایک لغت کہی جائے یا ایک قواعد، اس نے بہر حال مقامی زبانوں کی ایک روایت کا آغاز ضرور کیا جو اگرچہ کسی علمی یا درسی مقصد سے وجود میں نہیں آئی لیکن اس نے

مقامی زبانوں کی قواعدنویسی کی اور اس وقت کی ایک عام اور مروج صورت کو پیش کیا۔ اس میں کیٹیلار نے نہ زبان کے ضوابط اور اصولوں سے بحث کی نہ معیار پر اصرار کیا۔ ان سے قطع نظر اس نے ہندوستانی قواعدنویسی کے مورخین کے لیے ایک ابتدائی نمونہ ضرور فراہم کردیا جسے تاریخ میں ایک اہم اور بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ یہ اس زمانے میں ایک واقعتاً بڑا کام تھا جس نے اردو کے ابتدائی ذخیرۂ الفاظ کو مرتب شکل میں یکجا بھی کردیا ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے مختلف اور متعدد زبانوں کے الفاظ کا آمیزہ ہونے کی وجہ سے اور جملوں کی ساخت اور عام بول چال کے اسالیب کے باعث لسانی نقطۂ نظر سے بے حد مفید و کارآمد ہے۔ یہ ذخیرہ اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ اس میں سماجی لسانیات کے مطالعے کے لیے بھی ایسا مواد موجود ہے کہ جس کے ذریعے گزشتہ تین سو سالوں کے لسانی تغیرات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ کچھ یہی صورت تحفۃ الھند میں شامل ذخیرۂ الفاظ کو دیکھ کر بھی کہی جاسکتی ہے۔

یہ قواعد ۱۶۹۸ء میں لکھی گئی لیکن ایک عرصے تک کسی صورت میں بھی شائع نہ ہوئی اور اس کا واحد قلمی نسخہ نیدرلینڈ کے ایک چھوٹے سے شہر دی ہیگ (The Hague) کے محفوظات (archives) کے ذخیرۂ کتب میں محفوظ رہا۔ پہلے پہل اسے علمی دنیا سے ایک جرمن مستشرق بنجمن شلزے (Benjamin Schultze) نے متعارف کرایا اور اپنی تصنیف *A Grammar of Hindustani Language* کے مقدمے میں، جو ۱۷۴۳ء میں اس نے تحریر کیا تھا، اس کا ذکر کیا[۱۵]۔ شلزے نے اعتراف کیا کہ یہ قواعد اس کی نظر سے نہیں گزری۔ لیکن اسی سال ایک لسانی ماہر ڈیوڈ ملس (David Millius) نے اس قواعد کو کسی طرح حاصل کرکے اس کا ترجمہ لاطینی زبان میں کرکے شائع کردیا اور کیٹیلار کی کاوش کو کھلے لفظوں میں سراہا[۱۶]۔

اس قواعد کا ایک اسی طرح کا مختصر ذکر جو شلزے اور ملس کی کوششوں سے معلومات اخذ کرکے کیا گیا، جارج اے۔ گریرسن (George A. Grierson) نے اپنے معروف لسانی جائزے *A Linguistic Survey of India* میں کیا، لیکن اس نے تفصیلات نہیں بتائیں مگر ترجمہ کا نمونہ ان ہی ماخذ سے نقل کیا[۱۷]۔ ان سب سے قطع نظر، بعد میں اس قواعد کا سب سے مفصل تعارف اور تجزیہ سنیتی

کمار چڑجی نے ۱۹۳۱ء میں تحریر کیا جو ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا[۱۸]۔ اس وقت تک یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ اب اس قواعد کا وجود نہیں رہا اور یہ ضائع ہوچکی ہے لیکن ایک ماہر لسانیات اور اسکالر جے۔ فوگل (J.Vogel) نے سنیتی کمار چڑجی کے مقالے کو پڑھ کر انھیں یہ اطلاع دی کہ قواعد کا مخطوطہ نیدرلینڈ کے شاہی محفوظات (دی ہیگ) کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے[۱۹]۔ اس کی موجودگی کا علم ہوجانے کے باوجود، اصل مخطوطے سے استفادہ کرنے کے بجائے، اس کے لاطینی ترجمے سے اس کا ایک ہندی ترجمہ میتھیو وبچور نے شائع کیا[۲۰]۔

اردو دنیا اس قواعد سے زیادہ واقف نہ تھی، کہیں ۱۹۶۶ء میں نیر اقبال نے ''اردو قواعد نویسی کی تاریخ'' کے ضمن میں اپنا مطالعہ کرتے ہوئے کیٹیلار کی اس قواعد کو بھی موضوع بنایا اور ایک مقالہ بھی تحریر کیا جو اس کے تعارف کے تعلق سے اردو میں اولیں کوشش ہے[۲۱]۔ ان متعدد کاوشوں اور حوالوں کے بعد اس قواعد کے مذکورہ مخطوطے تک بالآخر تج کمار بھاٹیا، پروفیسر ہندی، سیراکوسے (Syracuse) یونیورسٹی نے کامیابی حاصل کی اور اس کے عکس کا غائر نظر سے جائزہ لے کر اور اس کا تقابل اس کے لاطینی ترجمے سے کرکے یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ اس قواعد کا کم از کم ایک اور نسخہ کہیں موجود رہا ہے جس سے لاطینی ترجمہ کیا گیا، کیوں کہ اس لاطینی ترجمے اور اصل مخطوطے کے متن میں فرق پایا جاتا ہے[۲۲]۔ بھاٹیا نے اس مخطوطے کا عکس حاصل کرکے اس کے تعارف پر مشتمل اولاً ایک مقالہ تحریر کیا[۲۳] اور پھر تقریباً دو دہائیوں کی محنت کے بعد اسے بڑے اہتمام اور سلیقے سے بعنوان *The Oldest Grammar of Hindustani : Contact, Communication and Colonial Legacy* مرتب کیا، جسے جاپان میں ٹوکیو یونیورسٹی اوف فورن اسٹڈیز (Tokyo University of Foreign Studies) کے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فور لینگوئجز اینڈ کلچر اوف ایشیا اینڈ افریقا (Research Institute for Languages and Cultures of Asia and Africa) نے ۲۰۰۸ء میں تین جلدوں میں شائع کیا۔ اس انسٹی ٹیوٹ میں ہندی کے پروفیسر کازوہیکو ماچیدا (Kazohiko Machida)، جنھوں نے ہندی زبان اور لسانیات پر کئی قابل قدر اور مفید مطالعاتی و تجزیاتی کام کیے ہیں، اس قواعد کی ترتیب و تدوین اور مطالعے و تجزیے میں ان کے شریک رہے ہیں۔ اس

اشاعت کے علاوہ ایک کوشش ممتاز اسکالر محمد اکرام چغتائی کے پیش نظر بھی، جس کا ایک عکس انھوں نے بھی بہت پہلے دی ہیگ کے محفوظات سے حاصل کیا تھا اور اب وہ اسے مرتب کر رہے ہیں۔ (۲۴)

بھاٹیا اور ماچیدا کی اس کاوش کی جلد اوّل، دو ذیلی حصص پر مشتمل ہے، جس میں سے حصہ اول ''تاریخی اور باہمی ثقافتی سیاق'' کا احاطہ کرتا ہے، جسے تیج کمار بھاٹیا نے لکھا ہے۔ دراصل یہ مقدمہ ہے جس میں اس قواعد اور اس کے مصنف کا مکمل تعارف اور اس قواعد ولغت کی خصوصیات اور موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جب کہ دوسرے حصے میں ''قواعد کا ذخیرۂ الفاظ اور ان کا تجزیہ'' کیا گیا ہے اور یہ بھی دونوں کی مشترکہ کوشش ہے۔ اصلاً یہ ساری قواعد اور لغت کا مکمل متن ہے جسے تجزیے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ تیسری جلد تمام تر کیٹیلار کی تصنیف کے مکمل متن یا اس کے ہاتھ سے لکھے مسودے پر مشتمل ہے اور یہاں اس کے متن کا مکمل عکس دے دیا گیا ہے۔

اس قواعد کے فاضل مرتبین نے اس مخطوطے کی دریافت اور اشاعت کو ''ہندی'' قواعد نویسی کی تاریخ کا گزشتہ تین سو سالوں کا ایک اہم واقعہ قرار دیا ہے۔ ایک ایسے وقت میں کہ جب مختلف مصلحتوں اور ضرورتوں کے تحت ''ہندی زبان'' کی قواعد کی روایت اور تاریخ کا کھوج لگانے کی متعدد کوششیں مختلف سمتوں میں کی جا رہی ہیں، اس کی اشاعت کو اس ضمن میں ایک سنگِ میل سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ اس لحاظ سے ایک واقعہ بھی ہے۔ لیکن یہ انصاف اور دیانت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ''ہندوستانی زبان'' کی اس قواعد کو، جس کے ذخیرۂ الفاظ اور جملوں میں استعمال ہونے والے الفاظ میں عربی و فارسی کے الفاظ کہ بہتات اور ساتھ نستعلیق رسم الخط کے استعمال کیے جانے اور خود اس کے مرتبین کی جانب سے اس کے ''ہندوستانی زبان'' کی قواعد قرار دیے جانے کے باوجود ان مرتبین نے اسے ''ہندی قواعد'' قرار دینے میں کسی قسم کا تامل نہیں کیا، جو افسوس ناک ہے۔ اس بارے میں ایک حالیہ اسکالر ایچ۔ ڈبلیو۔ بودیوز (H. W. Bodewitz) نے غیر جانبدارانہ طور پر اس قواعد پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اعلانیہ تسلیم کیا ہے اور

اس خیال کی تردید کی ہے کہ جس زبان کی یہ قواعد ہے وہ ہندی نہیں اردو یا ہندوستانی ہے (۲۵)۔ یہی مثبت رویہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے بھی اس قواعد کی لسانی خصوصیات کا کو بیان کرتے ہوئے اس میں مندرج الفاظ کا لسانی تجزیہ پیش کیا ہے اور مرتبین کے اس رویے کو ان کی غلطی قرار دیا ہے (۲۶)۔ اس حقیقت کے باوجود کہ متعدد مقامات پہ نسخ و نستعلیق میں مثالیں دینے کے علاوہ ہندی الفاظ کے لیے بھی دیوناگری یا سنسکرت رسم الخط کیٹیلار نے استعمال نہیں کیے، اس لحاظ سے اس قواعد کے موجودہ مرتبین کا اسے ''ہندی زبان'' کی قواعد قرار دینا لسانی عصبیت ہی کہی جا سکے گی۔ عربی فارسی الفاظ کی کثرت اور اس وقت کے لسانی مناظر و شواہد کو نظرانداز کرتے ہوئے ''ہندوستانی'' (یا اردو) کو ''ہندی'' قرار دینے کے عمل کے پس پشت جو مذہبی، قومی اور ثقافتی عصبیت کارفرما ہے اس میں کوئی کلام نہیں۔ جس زبان کو فورٹ ولیم کالج میں ۱۸۰۲ء کے بعد پہلی بار شناخت اور رسم الخط نصیب ہوا ہو، وہ تو اس عصبیت کے تحت ہمیشہ سے ''ہندی'' رہی اور ان حضرات کے مطابق اردو ۱۷۸۰ء سے ''اردو'' کہلانے کی وجہ ہندی کے مقابلے میں ہندوستان کی سب سے کم عمر زبان ہے (۲۷)، جب کہ ۱۷۸۰ء سے بھی پہلے اس زبان کے لیے ''اردو'' بطور نام استعمال میں آ تا رہا ہے (۲۸)۔ اس طرح افسوس ہی کیا جا سکتا ہے کہ فاضل مقدمہ نگاروں نے اس قواعد کے اصل عنوان میں شامل قواعد کی زبان کے نام ''ہندوستانی'' کو اپنے مقدمے میں بارہا ''ہندی'' تحریر کیا اور ''ہندی'' ہی قرار دیا، جس کی علمی و اخلاقی اصولوں اور دیانت کے لحاظ سے گنجائش نہ تھی۔

اس ایک محلِ نظر امر سے قطع نظر، تیج کمار بھاٹیا اور کازوہیکو ماچیدا کی یہ کوشش بلاشبہ لائق تحسین ہے کہ ان کی کاوشوں سے ایک نایاب قواعد کا متن پہلی بار سامنے آیا اور جس طرح اسے پیش کیا گیا ہے وہ ایک ایسی عمدہ مثال ہے کہ کسی ایسی تصنیف اور اس کے متن کو کس طرح ایک تحقیقی اور بے حد فاضلانہ و معلوماتی مقدمے کے ساتھ ضروری تجزیے و مطالعے اور گوشواروں کی مدد سے مرتب اور پیش کرنا چاہیے۔ اردو زبان اور اس کی قواعد کی روایت اور تاریخ میں کیٹیلار کی قواعد کی تصنیف مطالعہ و تحقیق کے ضمن میں اور اب حال میں اس کی ترتیب و اشاعت تاریخ زبان و

ادب کا ایک اہم واقعہ ہے اور ابھی اردو دنیا کی معلومات کے لیے نیا ہے۔ جب تک اس باب میں مزید کوئی تحقیق و دریافت سامنے نہیں آتی، اردو زبان کی قواعد کے معاملے میں، اگر تحفة الهند کے اولیں متن میں ترمیم یا اضافے اور اس میں شامل اردو قواعد کی تصنیف کا سال ۱۷۱۱ء تسلیم کر لیا جائے تو ۱۶۹۸ء میں کیٹیلار کی تحریر کردہ قواعد کو اولیت کا درجہ دینے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔

حواشی

* معین الدین عقیل، سابق صدر، شعبۂ زبان و ادب، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

(۱) اس تصنیف کے متعدد قلمی نسخے ہندوستان اور یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے:

D. N. Marshall, *Mughals in India: A Bibliographical Survey* Vol. 1 (Bombay: Asia Publishing Company, 1967), 295-692.

و نیز رشید ملک، مقدمہ تحفة الهند [باب پنجم، علمِ موسیقی]، ترجمہ و تدوین بدرالزماں (لاہور: ادارۂ فروغِ موسیقی، ۱۹۹۳ء)، ۲۰-۱۹۔

ڈی۔این۔مارشل، مغولان در هند: بررسی کتانشناختی دستنویس ها، ترجمہ حسین برزگر کشتلی (تہران: مرکز پژوہش کتابخانہ، ۱۳۸۹ھ)، ۶۲۲۔

ایم۔ضیاءالدین، مرتب *A Grammar of Braj by Mirza Khan (1676)*، مع انگریزی ترجمہ و حواشی شانتی نکیتن (کلکتہ: وشوابھارتی بک شاپ، ۱۹۳۵ء)۔ [تحفة الهند کا باب اول مع انگریزی ترجمہ و حواشی]

(۲) دیکھیے:

مسعود حسن رضوی ادیب، ''برج بھاشا کی پہلی گرائمر'' ادب (جون ۱۹۳۰ء)؛

مسعود حسن رضوی ادیب، ''برج بھاشا کی پہلی گرائمر'' نقوش (جولائی ۱۹۵۵ء): ۲۱۹-۲۰۷؛

مسعود حسن رضوی ادیب، ''برج بھاشا کی پہلی گرائمر'' نقوش (اپریل ۱۹۶۰ء): ۲۱۳-۱۹۹؛

مسعود حسن رضوی ادیب، قواعد کلیۂ بھاکا (لکھنؤ: کتاب نگر، ۱۹۲۸ء) [قواعد کے فارسی متن کا اردو ترجمہ، مع معلوماتی مقدمہ]۔

قواعد کلیۂ بھاکا میں شامل عرض ناشر کے مطابق رضوی صاحب نے اس موضوع پر اپنا اولین مقالہ انگریزی زبان میں بھی تحریر کیا جسے انھوں نے سنسکرت کے ممتاز عالم اور الہ آباد یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر گنگا ناتھ جھا کے اعزاز میں شائع ہونے والے ارمغان: *Jha Commemoration Volume* کے لیے لکھا جو ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء کو پیش کیا گیا اور یہ پونا اورینٹل بک ایجنسی سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ اظہر مسعود رضوی، عرض ناشر (*Jha Commemoration Vol.*، ۳)۔

(۳) *Jha Commemoration Vol.*، ۲۹-۱۱۔

(۴) (*Jha Commemoration Vol.*، ۷) اس کی تائید اس تصنیف میں بھی ملتی ہے: نجمہ پروین احمد، *India Music* (نئی دہلی: منوہر، ۱۹۸۴ء)، ۲۴۔

مصنف نے تحفة الهند کے کئی نسخوں میں مصنف کا نام 'میرزا جان' لکھا دیکھا۔ لچھمی نرائن شفیق نے فارسی شعرا کے اپنے تذکرے گل رعنا، مخزونہ، برٹش میوزیم، لندن (Or.2044) میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کا نام مرزا خان بن فخر الدین محمد تحریر کیا ہے۔ بحوالہ (ریو) Charles Rieu, *Catalogue of Persian Manuscripts in the British Museum*, Vol. 3 (London: British Museum, 1965), 1079.

ریو کے مطابق اس تذکرے کے اسی ذخیرے میں شامل ایک اور نسخے (Or.2014) میں اس کا نام محمد مرزا خان لکھا ہے۔ ایضاً۔ لیکن ہرمن ایتھے کے مطابق مصنف کا نام میرزا محمد بن فخر الدین محمد ہے۔

Herman Ethe, *Catalogue of Persian Manuscripts on the British Museum* (London: India Office Library and Record, 1980), 1119.

چارلس ریو اور ایتھے کی فہارس مخطوطات میں تحفة الهند کے ذیل میں اس کے دیگر نسخوں کی نشاندہی بھی موجود ہے۔

(۵) نورالحسن انصاری، فارسی ادب بعهد اورنگ زیب (دہلی: انڈو پرشین سوسائٹی، ۱۹۶۹ء)، ۵۴۹-۵۴۸۔

(۶) نورالحسن انصاری، مرتبہ تحفة الهند، جلد اول (دہلی: بنیاد فرہنگِ ایران، ۱۹۵۰ء)، ۲۶؛ تحفة الهند بقیہ متن، بہ اہتمام ڈاکٹر نورالحسن انصاری ۱۹۸۳ء میں بخشِ فارسی دانشگاہ دہلی کے مجلہ تحقیقاتِ فارسی کے شمارۂ مخصوص میں شائع ہوا۔

تحفة الهند پر سر ولیم جونز (Sir William Jones) نے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے تحت اپنے جاری کیے ہوئے تحقیقی مجلے *Asiatic Researches*، ۱۷۸۵ء شمارہ ۳، صفحہ ۶۶ پر اس کے حصۂ موسیقی کا تعارف On the Modes of the Hindus تحریر کیا تھا (بحوالہ: ریو، ۶۲ الف)؛ یہ مقالہ بعد میں یہاں شائع ہوا:

ولیم ریوز، مرتب *Indian Music and its Instruments* (لندن: روزنتھال، ۱۹۲۸ء)۔ بحوالہ: رشید ملک، تصنیفِ مذکور، ۲۰۔ اس تصنیف کے ایک مخطوطے مخزونہ 'انڈیا آفس لائبریری' پر سر ولیم جونز نے انگریزی میں جا بجا تشریحات اور معانی تحریر کیے ہیں۔ ڈینیسن روس (Denison Ross) اور ای۔جی۔براؤن (E.G.Brown)،

Catologue of Two Collections of Persian and Arabia Manuscripts preserved in the India Office Library, (لندن: ایر اینڈ اسپوٹس ووڈ، ۱۹۰۲ء)، ۵۹۔ اس نسخے کا عکس اوسا کا یونیورسٹی میں ہندی کے ایک سابق پروفیسر مالویہ جی کی ملکیت میں تھا، اس کی ایک نقل راقم کو ان کے ایک شاگرد اور رفیق کار پروفیسر سویاما نے فراہم کی

ہے، جوراقم کے ذخیرے میں موجود ہے۔ گمان ہے کہ مذکورہ بالا یہ وہی نسخہ ہو جو سر ولیم جونز کے استفادے میں رہا اور اس پر تحریر کردہ یادداشتیں اسی کے قلم سے ہوں۔

(۷) نبی ہادی، ''تحفۃ الہند'' دانشنامہ زبان و ادب فارسی در شبہ قارہ، جلد دوم (تہران: فرہنگستان زبان و ادب فارسی، ۱۳۸۷ش)، ۱۱۰۳۔

(۸) بحوالہ: رشید ملک، تصنیفِ مذکورہ، ۱۰-۹۔

(۹) ان کاوشوں کا ایک معلوماتی جائزہ، متعدد قدیم اور تازہ تصانیف و ماخذ کے علاوہ، مولوی عبدالحق، مقدمہ قواعد اردو (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۶ء)، ۲۰-۱۸؛ اور بنجمن شلزے، مقدمہ ہندوستانی گرائمر، ترجمہ ابواللیث صدیقی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء)، ۳۷-۲، میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۰) کیٹیلار کے حالات اس کی مذکورہ قواعد کے فاضل مرتب کمار بھاٹیا اور کازوہیکو ماچیدا نے اپنے معلوماتی مقدمے میں تحریر کیے ہیں
The Oldest Grammar of Hindustani: Contact, Communication and Colonial Legacy, Vol. 1 (Tokyo: Research Institute for Languages and Cultures of Asia andAfrica, Tokyo University of Foreign Studies, 2008), 26;
اس سے قبل بھاٹیا نے اس قواعد کے بارے میں ابتدائی معلومات اپنی ایک اور کاوش:
A History of Hindi Grammatical Traditions:Hindi-Hindustan Grammar,Grammarians,History and Problems (Leiden: E. J. Brill, 1987), 23;
J. Vogel, "Joan Jsua Ketelaar of Elbing, Author of the First Hindustani Grammar," *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 8 (1936): 817-822;
جو خود فاضل مقدمہ نگار کا بھی بنیادی ماخذ ہے۔

(۱۱) بھاٹیا اور کازوہیکو، ۲۶۔

(۱۲) افسوس کہ فاضل مقدمہ نگاروں نے زیرِ نظر قواعد کے اصل عنوان میں شامل نام ''ہندوستانی'' کو اپنے مقدمے میں بارہا ''ہندی'' تحریر کیا جس کی اصول اور دیانت کے لحاظ سے گنجائش نہ تھی۔

(۱۳) "The Oldest Grammar of Hindustani"، چیٹر جی نے اپنا یہ مقالہ ۱۹۳۱ء میں لکھ کر اولاً ۱۹۳۳ء میں شائع کیا تھا، جو بعد میں یہاں شائع ہوا:
Chatterji, "The Oldest Grammar of Hindustani," *Indian Linguistics* 2 (1965): 68-83.

(۱۴) Chatterji, 78.

(۱۵) شلزے، ۳۰۔

(۱۶) "De Lingua Hindustanica," in *Dissertationes Selectae,* مرتب ڈیوڈ ملس، بی وشوف، جی (لائیڈن: جی۔ جے پبلشرز، ۱۷۴۳ء)، ۵۵۵-۲۸۸۔

(۱۷) *A Linguistic Survey of India*، جلد ۹، حصہ ۱ (دہلی، ۱۹۱۶ء)، ۸-۶۔

(۱۸) Chatterji, "The Oldest Grammar of Hindustani."

(۱۹) تصنیفِ مذکور، ۸۲۱۔ یہیں یہ پتا چلتا ہے کہ اسی فوگل نے کیٹیلار کا ایک سفرنامہ بھی تلاش کر کے شائع کر دیا جو اس نے ہندوستان کے اپنے اسفار پر مشتمل تحریر کیا تھا۔ یہ بھی ولندیزی زبان میں ہے۔

(۲۰) مطبوعہ: الٰہ آباد، ۱۹۷۶ء۔

(۲۱) نیر اقبال، ''کیٹلر اور اس کی ہندوستانی زبان کی قواعد'' ھماری زبان (۱۵ مارچ ۱۹۶۶ء): ۸-۳۔

(۲۲) بھاٹیا اور ماچیدا، تصنیفِ مذکور، جلد اول، ۱۹۔

(۲۳) Tej K. Bhatia, "The Oldest Grammar of Hindustani," *Syracuse Scholar* 4.3 (1983): 81-101.

(۲۴) مکتوب بنام راقم، مؤرخہ ۷ ستمبر ۲۰۱۱ء؛ و نیز، مکتوبِ دیگر، مؤرخہ ۱۳ دسمبر ۲۰۱۱ء۔ بھاٹیا نے اپنی تصنیفِ مذکور، ۱۹۸۷ء میں محمد اکرام چغتائی کے اس منصوبے سے اپنی واقفیت کا ذکر کیا ہے، ۲۳۔

(۲۵) H. W. Bodewitz, "Ketalaar and Millius and their Grammar of Hindustani," *Bulletin of the Deccan College* (1994-1995): 123-132. Especially 125.

(۲۶) گوپی چند نارنگ، ''اورنگ زیب کے زمانے کی اردو نثر اور 'ہندوستانی' یعنی اردو زبان کی پہلی گرائمر'' مخزن ۲۲ (۲۰۱۱ء)، ۳۰-۲۹۔

(۲۷) بھاٹیا اور ماچیدا، ۷۔

(۲۸) اس بارے میں متعدد محققین نے دادِ تحقیق دی ہے، ایک معلوماتی جائزے کے لیے: محمد اکرام چغتائی، ''اردو بمعنی زبان کے متعلق نئی تحقیق'' اردو نامہ (دسمبر ۱۹۶۶ء)، ۳۳-۲۷، جن کے مطابق لفظ اردو ۱۷۵۹ء میں بمعنی زبان ادب و شعر میں استعمال میں آ چکا تھا۔

کتابیات

احمد، نجمہ پروین۔ *India Music*۔ نئی دہلی: منوہر، ۱۹۸۴ء۔

ادیب، مسعود حسن رضوی۔ قواعد کلیۂ بھاکا۔ لکھنؤ: کتاب نگر، ۱۹۲۸ء۔ [قواعد کے فارسی متن کا اردو ترجمہ، مع معلوماتی مقدمہ]۔

ادیب، مسعود حسن رضوی۔ ''برج بھاشا کی پہلی گرائمر۔'' ادب (جون ۱۹۳۰ء)۔

ادیب، مسعود حسن رضوی۔ ''برج بھاشا کی پہلی گرائمر۔'' نقوش (جولائی ۱۹۵۵ء)۔

ادیب، مسعود حسن رضوی۔''برج بھاشا کی پہلی گرائمر۔'' نقوش (اپریل ۱۹۶۰ء)۔

اقبال، نیر۔''کیٹلر اور اس کی ہندوستانی زبان کی قواعد۔'' ہماری زبان (۱۵ مارچ ۱۹۶۶ء)۔

انصاری، نورالحسن۔ فارسی ادب بعهد اورنگ زیب۔دہلی: انڈو پرشین سوسائٹی، ۱۹۶۹ء۔

انصاری، نورالحسن۔مرتب تحفة الهند۔جلد اول۔دہلی: بنیاد فرہنگ ایران، ۱۹۵۰ء۔

انصاری، نورالحسن۔مرتب''تحفۃ الہند''۔ مجلۂ تحقیقاتِ فارسی شمارۂ مخصوص (۱۹۸۳ء)۔

چغتائی، محمد اکرام۔''اردو بمعنی زبان کے متعلق نئی تحقیق۔'' اردو نامہ (دسمبر ۱۹۶۶ء)۔

ریوز، ولیم۔مرتب *Indian Music and its Instruments*۔لندن: روز نتھال، ۱۹۲۸ء۔

شلزے، بنجمن۔مقدمہ ہندوستانی گرائمر۔ترجمہ ابواللیث صدیقی۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء۔

ضیاءالدین، ایم۔مرتب *A Grammar of Braj by Mirza Khan (1676)*، مع انگریزی ترجمہ وحواشی شانتی نکیتن۔کلکتہ: وشوا بھارتی بک شاپ، ۱۹۳۵ء۔[تحفۃ الہند کا باب اول مع انگریزی ترجمہ وحواشی]

عبدالحق، مولوی۔مقدمہ قواعد اردو۔اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۶ء۔

مارشل، ڈی۔این۔مغولان در هند: بررسی کتانشناختی دستنویس ها، ترجمہ حسین برزگر کشتلی۔تہران: مرکز پژوہش کتابخانہ، ۱۳۸۹ھ۔

ملس، ڈیوڈ اور جی۔ی۔وشوف۔*Dissertationes Selectae* "De Lingua (Leiden: G. J. Publishers, 1743.) Hindustanica."

ملک، ونیز رشید۔مقدمہ تحفة الهند [باب پنجم، علم موسیقی]۔ترجمہ وتدوین بدرالزماں۔لاہور: ادارۂ فروغِ موسیقی، ۱۹۹۳ء۔

نارنگ، گوپی چند۔''اورنگ زیب کے زمانے کی اردو نثر اور 'ہندوستانی' یعنی اردو زبان کی پہلی گرائمر۔'' مخزن ۲۲ (۲۰۱۱ء)۔

ہادی، نبی۔''تحفۃ الہند۔'' دانشنامه زبان و ادب فارسی در شبه قاره۔ جلد دوم۔تہران: فرہنگستان زبان وادب فارسی، ۱۳۸۷ش۔

A Linguistic Survey of India. Vol. 9. Part I. Delhi: 1916.

Bhatia, Tej K. "The Oldest Grammar of Hindustani." *Syracuse Scholar* 4.3 (1983): 81-101.

Bhatia, Tej K. *A History of Hindi Grammatical Traditions: Hindi-Hindustan Grammar, Grammarians, History and Problems* Leiden: E. J. Brill, 1987.

Bhatia, Tej K., and Kazohiko Machida. *The Oldest Grammer of Hindustani: Contact, Communication and Colonial Legacy.* Vol. 1. Tokyo: Research Institute for Languages and Cultures of Asia and Africa, Tokyo University of Foreign Studies, 2008.

Bodewitz, H. W. "Ketalaar and Millius and their Grammar of Hindustani." *Bulletin of the Deccan College* (1994-1995).

Chatterji. "The Oldest Grammar of Hindustani." *Indian Linguistics* 2 (1965).

Ethe, Herman. *Catalogue of Persian Manuscripts on the British Museum* London: India Office Library and Record, 1980.

Jha Commemoration Volume. Poona: Oriental Books Agency, 1937.

Marshall, D. N. *Mughals in India: A Bibliographical Survey* Vol. 1. Bombay: Asia Publishing Company, 1967.

Rieu, Charles. *Catalogue of Persian Manuscripts in the British Museum* Vol. 3. London: British Museum, 1965.

Ross, Denison, and E. G. Brown *Catalogue of Two Collections of Persian and Arabic manuscripts preserved in the India Office Library.* London: Eyre and Spottiswoode, 1902.

Vogel, J. "Joan Jsua Ketelaar of Elbing, Author of the First Hindustani Grammar." *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 8 (1936).